قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن
اینڈ انفارمیشن
سروس فاؤنڈیشن

بانی ادارت: شہلا ضیاء | سرپرست اعلیٰ: نگار احمد

قومی کمیشن برائے وقار نسواں ایکٹ 2012 پر تنقیدی تبصرہ

قومی کمیشن برائے وقار نسواں خودمختاری کی راہ پر

تحریر: ملیحہ ضیاء

2000ء میں قومی کمیشن برائے وقارنسواں (این سی ایس ڈبلیو) کا قیام خواتین کی تحریک کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا عورتوں کے لئے کمیشن کے قیام کی تجویز پہلی دفعہ 1975 میں یحیٰی بختیار کی طرف سے نمایاں ہوکر سامنے آئی جو پاکستانی خواتین کے حقوق کے لئے قائم کی گئی حکومت کی کمیٹی 'پاکستان ویمنز رائٹس کمیٹی' کے سربراہ تھے۔ کمیٹی نے تجویز دی کہ ایک مستقل کمیشن کا قیام ضروری ہے جس کی حیثیت صرف نگران کی نہ ہو بلکہ وہ خواتین کے مفاد کی خاطر پالیسی وضع کرنے اور خواتین کے مطالبوں کو سامنے لانے میں فعال کردار ادا کر سکے۔

ان قومی مطالبات اور حکومت پاکستان کی بین الاقوامی ذمہ داریوں، جن میں بیجنگ ڈیکلریشن اور پلیٹ فارم فار ایکشن، نیشنل پلان آف ایکشن (این پی اے) برائے خواتین 1998، کے جواب میں 2000 میں بالاخر قومی کمیشن برائے وقارنسواں (این سی ایس ڈبلیو) کا قیام عمل میں آیا۔

تاہم کمیشن کے قیام کی کامیابی کے باوجود اس میں کئی ایسی خامیاں باقی رہ گئیں جن کی وجہ سے یہ اپنے قیام کے مقاصد کو بھرپور طور پر حاصل نہ کر سکا۔ سول سوسائٹی اور یہ کمیشن خود بھی کئی سال تک اس کے دائرہ کار کی وسعت اور استطاعت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس کی خودمختاری کو یقینی بنانے میں کوشاں رہے۔

اس طرح حکومت پاکستان نے بالاخر 2012 میں 2000ء والے قانون میں ترامیم کیں تاکہ وہ خامیوں اور نقائص پر قابو پا کر بہترین اور پرفعال ہو سکے۔ اب نیا قانون قومی کمیشن برائے وقار نسواں ایکٹ 2012 کے نام سے موسوم ہے۔

قومی کمیشن برائے وقارنسواں کو عورتوں کے حقوق کے حوالے سے ایک مکمل خودمختار ادارہ بنانے کا اعلان 8 مارچ 2012 کو عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر کیا گیا جب صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری نے قومی کمیشن برائے وقار نسواں بل 2012 پر دستخط کئے۔

2012 کے قانون میں چیئرپرسن کی تقرری کے طریقہ کار میں بہتری لائی گئی ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ حکومت کی طرف

بقیہ اگلے صفحہ پر

خودمختاری اور خواتین کے حق میں قانون سازی کا بے مثال جائزہ بڑے کارنامے ہیں: انیس ہارون

سٹاف رپورٹر

قومی کمیشن برائے وقارنسواں، جو کہ عورتوں کا ایک مستقل آئینی ادارہ ہے، نے نئے قانون کے مطابق ممکنہ حد تک زیادہ خودمختاری حاصل کر لی ہے اور اس نئے قانون نے اس صدارتی آرڈینس کی جگہ لے لی ہے جس کے تحت یہ کمیشن 2000ء میں وجود میں آیا تھا، یہ بات کمیشن کے سابقہ چیئرپرسن محترمہ انیس ہارون نے اپنی تین سالہ دور پورا ہونے پر لیجسلیٹو واچ سے اسلام آباد میں خطاب کے دوران بتائی۔ کمیشن کی تیسری مدت مارچ 2012 میں پوری ہوئی۔

نیا قانون، جو قومی کمیشن برائے وقار نسواں ایکٹ 2012 کے نام سے موسوم ہے، کمیشن کی انتظامی اور مالی خودمختاری کو یقینی بناتا ہے۔ ''جب میں نے 2009 میں چیئرپرسن کا عہدہ سنبھالا تو کمیشن کی خودمختاری کیلئے ایک علیحدہ قانون کی منظوری میری اور میرے ساتھیوں کے خاص مقاصد اور کوششوں میں شامل رہی کیونکہ ہم سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر سالہا سال سے اس کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ مجھ سے پہلے میری پیش رو جسٹس ریٹائرڈ ماجدہ رضوی اور سیدہ عارفہ زہرہ نے بھی اس معاملے میں

بقیہ صفحہ 6 پر

گھریلو تشدد کا مسئلہ اور اس کے حل کیلئے قانون سازی کی ضرورت واہمیت

تحریر: ملیحہ ضیاء

گھریلو تشدد ایکٹ کی منظوری کئی برسوں تک سول سوسائٹی کے ایجنڈا میں بلند مقام پر رہا ہے۔ گھریلو تشدد صحت، قانون، معاشی، سماجی ترقیاتی اور انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ اکثر و بیشتر معاملات میں اس کا ارتکاب مردوں کی جانب سے عورتوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔ ایسے معاملات موجود ہیں جن میں خواتین متشدد دکھائی دیتی ہیں تاہم ایسے واقعات کی شرح فیصد بہت کم ہے اور بڑی حد تک عورتوں اور بچے اس کے متاثرین ہوتے ہیں۔

پاکستان میں عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد کے رپورٹ ہونے والے واقعات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس سے ہٹ کر لاتعداد واقعات اور معاملات ہوتے ہیں جو رپورٹ نہیں ہوتے مگر اس کے باوجود ریاست کی جانب سے اس سنگین اور گہری جڑوں کے حامل مسئلہ کو قانونی طور پر تسلیم کرنے سے مسلسل انکار کیا ہے۔ ریاست کی جانب سے سماجی اور ذاتی معاملات میں تقسیم کا سلسلہ بدستور جاری ہے مثلاً گھر کے اندر جو کچھ بھی ہوا سے باہر نہیں لایا جانا چاہیے۔ ریاست کی جانب سے اس مسئلہ پر خاموشی اور نفاذ قانون کے نظاموں کی جانب سے بے عملی کے ذریعہ دراصل ایسے تشدد کو سند قبولیت دی جاتی ہے۔ گھریلو تشدد کو نجی معاملہ کے طور پر دیکھنے سے اس کا ارتکاب کرنے والے یا خود جرم کو تحفظ ملتا ہے اور یہ عورتوں کو نشانہ بنائے جانے کا سبب بنتا ہے۔

عورت فاؤنڈیشن نے 'پاکستان میں عورتوں کے خلاف تشدد: اعداد و شمار کا کیفیاتی جائزہ 2011' کے نام سے اپنی سالانہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ سال 2011 میں گھریلو تشدد کے 610 واقعات درج کئے گئے۔ گھریلو تشدد کے اور بہت سے واقعات درج نہیں ہوئے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک خاندان، معاشرہ، حکومتی ادارے اور ریاست مسئلہ سے براہ راست نبرد آزما نہیں ہوتے اور اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ عورتوں اور بچوں کو گھر کے نجی دائرے کے اندر بھی ریاست کی طرف سے تحفظ بہم پہنچائے جانے کا حق حاصل ہے۔ یہ حقوق اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973 کے آئین کے آرٹیکل 14,9 اور 25 میں بھی دیئے گئے ہیں جن میں فرد کی سلامتی سے لے کر فرد کے وقار کے ناقابل خلاف ورزی ہونے، قانون کے سامنے شہریوں کے برابر ہونے اور قانون کے یکساں تحفظ کے حقوق شامل ہیں۔

تحفظ کی اس آئینی ضمانت کے باوجود ادارہ جاتی طور پر مسئلہ تسلیم نہ کئے جانے اور معاملہ پر خاموشی اور اسے اہمیت نہ دیتے ہوئے درون خانہ اس کی قبولیت نے گھریلو تشدد کے مسئلہ کو بدتر بنانے میں کردار ادا کیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 25 ریاست کو عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے خصوصی دفعات بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ عورتوں اور بچوں کے خلاف گھریلو تشدد کے بلند اعداد و شمار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے گھریلو تشدد کے خلاف مخصوص قانون بنایا جانا نا صرف گھریلو تشدد کو بطور جرم ماننے بلکہ متاثرین کو معاونت اور تحفظ اور ایسے جرائم کی روک تھام کے لئے بھی ضروری ہے۔

گھریلو تشدد بل۔ تاریخ اور موجودہ حیثیت

گھریلو تشدد پر قانون متعارف اور منظور کرانے کے لئے ہر سطح پر کئی کاوشین کی گئیں۔ یہ مضمون گھریلو تشدد کے قوانین سے متعلق حقیقی مواد سے متعلق نہیں ہے یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ سول سوسائٹی جہاں گھریلو تشدد پر قانون بنائے جانے کی پُرزور وکالت کرتی چلی آئی ہے وہیں اس کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ ایسا

بقیہ صفحہ 4 پر

قومی کمیشن برائے وقار نسواں خودمختاری کی راہ پر

بقیہ صفحہ 1 سے

سے مقرر ہوا سے کھلی نامزدگی کے ذریعے اور ایک پارلیمنٹری کمیٹی کی تائید کے ساتھ مقرر کیا تا کہ یہ تقرری عوامی نمائندگی کے ساتھ ساتھ شفاف بھی۔

اسی طرح کمیشن کو حکومت کی طرف سے بجٹ بھی دیا گیا ہے جو حکومت کے کمیشن کے ساتھ سنجیدگی کا آئینہ دار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے طور پر بھی فنڈز اکٹھے کرنے کے لئے مجاز بنایا گیا ہے۔ جو اس کو مالی خودمختاری میں مدد دیں گے۔ اب کمیشن کے پاس اپنا علیحدہ سیکرٹریٹ اور علیحدہ سیکرٹری موجود ہے اور اب یہ کسی وزارت میں جنم لینے کی بجائے اپنی ذاتی خود مختار حیثیت کا حامل ہے۔

اسی طرح کمیشن کو خواتین کے حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں تحقیقات کا حق حاصل ہے اور سول پروسیجر کوڈ (ایکٹ V1908) کے زیر اثر اس کو طاقت دی گئی ہے کہ یہ کسی شخص کو طلب کر سکے یا متعلقہ کاغذات کے پیش کرنے کا پابند کر سکے۔ یہ ایک خوش آئندہ اقدام اور کمیشن کے اختیارات میں اضافہ ہے جو کمیشن کو زیادہ فعال اور طاقتور بنانے میں مددگار ہو گا۔

کیونکہ اس قانون کے کئی پہلو اور خدوخال ہیں جو تمام قوانین اور پالیسیوں اور پروگراموں کے ساتھ متعلقہ ہوں گے جس کا اثر خواتین پر پڑ سکتا ہے اور یہ کام ابھی ہونا باقی ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ 2012 کا قانون خوش آئندہ نہیں ہے۔

مزید تجاویز اور پالیسیوں میں کمیشن کے کردار کو یقینی بنانے پر کوشش جاری رہنی چاہیں۔ مگر اسی دوران میں کمیشن کو اپنے آپ کو مضبوط بناتے ہوئے خواتین کے حقوق کا تحفظ جاری رکھنا چاہیے۔

2012 کے قانون کے نمایاں خدوخال درج ذیل ہیں اور قانون کے مطابق اس ایکٹ کے نفاذ کے 90 دن کے اندر اندر اس کے قواعد وضوابط وضع ہو جانے چاہیں۔

کمیشن

جیسا کہ سیکشن 3 میں تعریف دی گئی ہے کہ کمیشن ایک ادارہ ہو گا جس کی ایک قانونی حیثیت ہوگی اور اسے جائیداد حاصل کرنے ، رکھنے اور بیچنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اسی طرح وہ خود بھی بوقت ضرورت قانونی چارہ جوئی کا حق رکھے گا اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنی ممکن ہوگی۔

اسی طرح سیکشن 3 میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ کمیشن کس طرح کے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ کمیشن کے ممبران کو ووٹ دینے اور نہ دینے والے ممبران میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ووٹ دینے والے ممبران میں ایک چیئر پرسن ، 2 ممبران ہر صوبے میں سے جن میں سے ایک خاتون ممبر ہوگی اور اس طرح فاٹا، AJK، گلگت بلتستان، اسلام آباد اور اقلیتوں میں سے ایک ایک خاتون ممبر ہوگی۔

ووٹ نہ دینے والے ممبران میں سے 5 سابقہ افسران وزارت قانون، وزارت خزانہ، وزارت خارجہ، وزارت داخلہ اور عورتوں سے متعلقہ وزارت میں سے لئے جائیں گے جس میں سے کوئی بھی گریڈ 20 سے کم نہیں ہوگا۔ اور ان کے علاوہ سیکرٹری کمیشن بھی ہوگا۔ کمیشن کا ہر ممبر اور افسر جس کو کمیشن کی طرف سے تقرری اور اختیار دیا جائے گا وہ پی پی سی کی دفعہ 21 کی تعریف کے مطابق پبلک سرونٹ تصور ہوگا۔

کمیشن کے سیکرٹریٹ کا سربراہ سیکرٹری ہوگا جس کے ساتھ متعلقہ افسران وعملہ ہوگا۔ سیکرٹری اپنی باقی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سالانہ ورک پلان اور بجٹ بنانے کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ اسی طرح کمیشن سالانہ رپورٹ بھی تیار کرے گا۔ جو وزیر اعظم اور متعلقہ وزارت کو پیش کی جائے گی۔

سالانہ رپورٹ قبل از وقت پارلیمنٹ میں بحث کے لئے پیش کی جائے گی۔ دفعہ 17 کے تحت تمام وفاقی ادارے اور اتھارٹیز کمیشن کو اس کی فرائض کی بجا آوری میں مدد دیں گے۔

کمیشن کی میٹنگ کی صدارت چیئر پرسن کرے گی یا پھر اس کی طرف سے نامزد کردہ کوئی اور، اور یہ اجلاس سال میں چار مرتبہ ہوں گے۔ اس کے علاوہ عندالضرورت اجلاس بلائے جا سکتے ہیں اور ان اجلاسوں کا کورم کمیشن ممبران کی مجموعی تعداد کے نصف سے کم نہیں ہوگا۔

اسی طرح کمیشن 13 ایک انتظامی کمیٹی کی تشکیل کا اختیار دیتی ہے۔ جو چیئر پرسن اور 3 مزید ممبران پر مشتمل ہو اور یہ کمیٹی کمیشن کے منصوبوں پر عمل درآمد کا جائزہ لے کر اپنی تجاویز پیش کرے اسی طرح کمیشن ضرورت پڑنے پر کسی خاص مسئلہ پر بھی کمیٹی بنا سکتا ہے اور کوئی ممبر باہر سے بطور ماہر لیا جا سکتا ہے۔

مالی وسائل

وفاقی حکومت این سی ایس ڈبلیو کے لیے ایک فنڈ قائم کرے گی جو 'قومی کمیشن برائے وقار نسواں فنڈ' کہلائے گا کمیشن کے زیر اثر کام کرے گا اور کمیشن کے نئے قانون کے مطابق اس کے تمام پروگراموں اور انتظامی امور پر اٹھنے والے اخراجات کیلئے سرمایہ مہیا کرے گا۔ اس فنڈ کا بنیادی مقصد قومی کمیشن برائے وقار نسواں کے مقاصد اور فرائض کیلئے ضروری اور سازگار ماحول پیدا کرنا ہوگا۔

اس سرمایے کے ذرائع میں وفاقی حکومت کی طرف سے مہیا کردہ فنڈ، جو سال کے اختتام پر بچ جانے کی صورت میں منجمد اور واپس نہیں ہوگا، مخیّر حضرات سے وصول ہونے والے فنڈ، قومی اور بین الاقوامی مالی معاونت کرنے والی ایجنسیوں کی طرف سے فراہم کردہ رقوم اور کمیشن کی اپنی سرمایہ کاری سے حاصل شدہ رقوم شامل ہونگی۔

اس کے علاوہ وفاقی حکومت کے پاس 'نیشنل کمیشن فنڈ' میں موجود تمام رقوم ؛ اور دوسری تمام رقوم ، جائیداد یا اثاثے جو کمیشن کو کسی بھی مد میں ادا کئے جانے ہوں۔

چیئر پرسن

کمیشن کی چیئر پرسن ایسی عورت ہوگی جو عورتوں کے متعلقہ امور پر کام کرنے کا پندرہ سالہ تجربہ رکھتی ہو اور عورتوں کے حقوق میں اضافے کے مشن کو پورا کرنے کا جذبہ رکھتی ہو۔ وہ سیکشن 4 میں بیان کردہ طریقہ کے مطابق مقرر کی جائے گی۔

وفاقی حکومت پبلک نوٹس کے ذریعے ایسی آسامی کے لئے تجاویز مانگے گی۔ اور غور و فکر اور کرنے کے بعد اہل افراد کی فہرست وزیر اعظم اور قائد حزب اختلاف کے سامنے پیش کرے گی۔

وزیر اعظم اور قائد حزب اختلاف کے مشورے کے بعد پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے تین نام رکھے گی اور اگر وزیر اعظم اور قائد حزب اختلاف میں اتفاق رائے نہ ہو تو دونوں اپنی اپنی نامزدگیاں پارلیمنٹری کمیٹی کو دیں گے۔ پارلیمنٹری کمیٹی دونوں طرف کے دلائل کے بعد کسی ایک شخص کو چیئر پرسن مقرر کرے گی۔

پارلیمنٹری کمیٹی زیادہ سے زیادہ 12 افراد پر مشتمل ہوگی جن میں سے ایک تہائی سینٹ سے لئے جائیں گے۔ یہ اپنے طرز عمل کو خود وضع کرے گی۔ قومی اسمبلی کا سپیکر بھی اس کمیٹی کا ممبر ہو گا اور باقی ممبران قائد حزب اختلاف اور حکومت سے، پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی کے تناسب کے مطابق اور متعلقہ پارلیمانی رہنماؤں کی طرف سے نامزدگی کی بنیاد پر، یکساں تعداد میں لئے جائیں گے۔

چیئر پرسن کے عہدے کی مدت تین سال ہوگی۔ یہ مدت اس کی تقرری کی تاریخ سے شروع ہوگی اور اس کی معیاد عہدہ صرف ایک دفعہ بڑھائی جا سکے گی۔

چیئر پرسن حکومت کی کل وقتی ملازم ہوگی اور اس کا درجہ وزیر مملکت کے برابر ہوگا۔ اس کی تنخواہ اور مراعات کا تعین وفاقی حکومت کرے گی۔ چیئر پرسن کے پاس کمیشن کا انتظامی اور مالی اختیار اور ذمہ داری ہوگی۔

اراکین

کمیشن کے ممبران کی عمر 30 سال سے کم نہیں ہوگی۔ ان کیلئے لازم ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے کاموں کا عملی تجربہ اور جذبہ رکھتے ہوں۔ وفاقی حکومت متعلقہ فریقین کی مشاورت سے ہر ممبر کے لئے تین نام وزیر اعظم کو پیش کرے گی جو قانونی طور پر طے کی گئی ضروری اہلیت رکھتے ہوں۔ کمیشن کے ممبر کیلئے ضروری ہے کہ اس کے پاس عورتوں کے حقوق کے حوالے سے 5 سال کا تجربہ ہو۔

کمیشن کے ممبران کا درجہ وفاقی حکومت کے 21 گریڈ کے مساوی درجہ رکھیں گے۔

کمیشن کے امور

سیکشن 11 میں کمیشن کے اختیارات اور افعال کی تفصیل دی گئی ہے۔ کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ:

☆ وہ وفاقی حکومت کی تمام پالیسیوں پروگراموں اور قوانین میں خواتین کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھے اور جائزہ لیتا رہے کہ کوئی قانون یا پالیسی ایسی تو نہیں جس سے خواتین کے حقوق کی پامالی کا خدشہ ہے۔

☆ اسی طرح کمیشن ایسے اعداد و شمار جمع کرنے اور ڈیٹا بیس بنانے کا بھی ذمہ دار ہے جو عورتوں سے متعلقہ مسائل کے لئے تحقیق و تدوین میں مددگار ثابت ہو سکے۔ اس سے قومی سطح پر عورتوں کے حقوق کو یقینی بنانے میں مدد مل سکے گی۔

☆ یہ کمیشن غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ روابط قائم اور استوار رکھنے کا بھی ذمہ دار ہے جو عورتوں کے حقوق پر کام کر رہی ہیں۔

☆ اسی طرح وہ افراد اور ادارے جو عورتوں سے متعلقہ مسائل پر کام کر رہے ہیں ان سے روابط بھی کمیشن کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

☆ اسی طرح ایسی گرانٹ اور فنڈز کے حصول کیلئے روابط کرنا جو ملکی یا بین الاقوامی سطح پر عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے قائم کئے گئے ہوں۔ صوبائی کمیشن کے ساتھ قریبی روابط بھی کمیشن کی ذمہ داری ہیں۔

☆ اسی طرح ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ایسے معاہدہ جات جن کا اثر عورتوں پر یا لڑکیوں پر پڑ سکتا ہو یا وہ قوانین جن سے یہ طبقہ متاثر ہو سکتا ہو ان کی نگرانی اور حکومت کو قبل از وقت ان معاہدوں یا قوانین کے نتائج سے خبردار کرنا بھی اس کمیشن کی ذمہ داری ہوگی۔

☆ کمیشن کو عورتوں کے حقوق کی پامالی کی صورت میں شکایات کی تحقیق اور سماعت کا اختیار بھی حاصل ہے۔ کمیشن کو اس ضمن میں وہی اختیارات حاصل ہیں جو سول پروسیجر کورٹ (CPC) میں عدالت کو اشخاص یا دستاویزات کے طلب کرنے کیلئے حاصل ہیں۔

☆ اس میں صوبائی حکومت سے قبل از وقت اجازت کے ساتھ جیل خانہ جات یا حوالاتوں میں قید عورتوں اور لڑکیوں سے مل کر ان کے مسائل سے متعلقہ اداروں کو آگاہی دینا اور تجاویز پیش کرنے کے اختیارات بھی شامل ہیں۔

☆ یہ کمیشن ادارتی سطح پر عورتوں کے حقوق کی خلاف ورزی کے لئے رائج اصلاحات اور طریقہ کار کی نگرانی بھی کرے گا۔

☆ کمیشن آواز اٹھانے، مہم چلانے، سیاسی جوڑتوڑ اور عوتوں کے حقوق کے حق میں اداروں کو منظم کر کے فعال بنانے کا کردار بھی ادا کر سکتا ہے تاکہ عورتوں کو قانونی، معاشی، سماجی اور سیاسی طور پر طاقتور بنایا جائے۔

خصوصی تحفظات

جبکہ بہت سے ترامیم کے ذریعے مثبت تبدیلیاں لائی جا چکی ہیں لیکن ابھی ایسے خلا باقی ہیں جنکو اس طرح سے پر کیا جائے کہ کمیشن ایک آزاد اور خودمختار ادارے کے طور پر حقیقی انداز میں کام کر سکے اور آئینی قوانین اور حکومتی اداروں کی پالیسیوں میں سیاسی اثر میں آئے بغیر اپنا مثبت کردار ادا کرتا رہے۔

ابھی تک کمیشن کو قانون سازی اور منصوبہ بندی یا پالیسی بنانے کے عمل میں سرکاری طور پر مشاورت کا درجہ نہیں دیا گیا۔ اس وقت تک کمیشن کے فرائض میں مندرجہ ذیل کام شامل ہیں:

بقیہ صفحہ 3 پر

قومی کمیشن برائے وقارنسواں خودمختاری کی راہ پر

بقیہ صفحہ 2 سے

متعلقہ اتھارٹی کو مناسب تجاویز دینے؛

☆ امتیازی قوانین کے خاتمے، ان میں ترامیم یا نئے قوانین کے بارے میں مشورہ دینے؛

☆ کسی بھی مجوزہ بین الاقوامی معاہدے پروٹوکول یا کنونشن کی توسیق سے پہلے وفاقی حکومت کو صلہ مشورہ دینے؛

☆ اور بین الاقوامی معاہدہ جات پر دستخط کرنے یا نا کرنے کے بارے میں وفاقی حکومت تجاویز دینا۔

اس کمیشن کا کردار صرف مشاورتی ادارے کے طور پر ہوگا مگر حکومت کمیشن سے مشورہ لینے، تجاویز مانگنے یا اس کی تجاویز پر عمل کرنے کی پابند نہیں ہوگی۔

یہ سول سوسائٹی کا خاص مطالبہ رہا ہے کہ کمیشن کی مشاورتی حیثیت کو لازمی قرار دیا جائے۔

آئین پر نظر ثانی کے مراحل میں کمیشن کو شامل نہیں کیا گیا بلکہ اس کا دائرہ کار صرف وفاقی قوانین اور ضوابط کی نظر ثانی تک محدود رکھا گیا ہے۔ یہاں پھر پیچیدگی پیدا ہوتی ہے کیونکہ عورتوں سمیت تمام شہریوں کے حقوق آئین سے ہی پھوٹتے ہیں۔

18 آئینی ترمیم کا حوالے دیتے ہوئے متحرمہ انیس ہارون نے کہا کہ اس ترمیم کے ذریعے صوبوں کو مختیاری مل گئی ہے کہ وہ اپنے مسائل کا خود جائزہ لیں اور ان کا حل تجویز کریں۔ اس حوالے سے قومی کمیشن برائے وقارنسواں صوبائی حکومتوں کے ساتھ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے کام کرنے کا خواہشمند ہے تا کہ ہر صوبے میں عورتوں کے سماجی، معاشی، سیاسی اور قانونی مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔

انہوں نے مزید کہا کہ قومی کمیشن صوبائی حکومتوں کے ساتھ مل کر ہر صوبے میں صوبائی کمیشن برائے وقارنسواں کے قیام کو یقینی بنائے کیلئے کام کرے گا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ صوبائی کمیشن جلد از جلد تشکیل پا جائیں گے اور اپنا کام شروع کر دیں گے۔

قومی کمیشن برائے وقارنسواں کی خودمختیاری ایک طویل جدوجہد کے بعد حاصل ہوئی۔ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے محترمہ انیس ہارون نے کہا کہ کمیشن اور اس کے ممبران اگر ایک طرف قانون ساز اداروں اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے ساتھ عورتوں کے حقوق کے ایجنڈے کے حوالے سے سیاسی جوڑ توڑ میں مصروف تھے تو دوسری طرف انہوں نے سول سوسائٹی، قانون دانوں اور دانشور کے ساتھ مسلسل رابطے رکھے تا کہ وہ بھی عورتوں کے حقوق کیلئے متعلقہ اداروں کو ضروری پالیسی اور قانون سازی کیلئے قائل کر سکیں۔

''ہمارا مطالبہ تھا کہ کمیشن کو عورتوں کے حوالے سے سول اور امتیازی سلوک کے مقدمات کی تفتیش کیلئے سول کورٹ کا درجہ دیا جائے مگر اہل اختیار میں سے کچھ لوگوں کو شاید یہ قبول نہیں تھا۔ مگر پھر بھی ہماری جیت ہوئی ہے کہ ہمیں پولیس اور قانون سے متعلق دوسرے اداروں سے اپنے تحفظات کہنے اور ان سے سوالات پوچھنے کا حق مل گیا ہے اور یہ ادارے اس بات کے پابند ہیں کہ وہ ہمارے تمام سوالات کا جواب دیں''، محترمہ انیس ہارون نے کہا۔

قومی کمیشن ان اداروں سے اپنے تحقیقی مقاصد اور پالیسی سازی کیلئے معلومات اور شواہدات بھی مانگ سکتا ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مستقبل میں کمیشن کی کامیابی کا انحصار اس بات میں ہے کہ کمیشن علیحدگی میں کام کرنے کی بجائے سول سوسائٹی اور دوسرے متعلقہ اداروں اور پارلیمنٹرین کے ساتھ مسلسل روابط رکھیں تا کہ عورتوں کے حوالے سے پائیدار پالیسیاں اور قانون سازی کے ساتھ ساتھ ان کو نافذ کرانے کیلئے ماحول ساز گار بنایا جا سکے۔

کمیشن کو حکومت پر تنقیدی نگرانی کا کردار نہیں دیا گیا جبکہ تنقیدی جائزہ کے ذریعے حکومتی پالیسیوں کے محاسبے کا کردار کمیشن کے اولین مطالبوں میں شامل تھا۔ تاحال کمیشن صرف نفاذ کے جائزے اور ادارہ جاتی نظام میں خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی کی نگرانی تک محدود ہے۔

اس کے لئے کوئی طریقہ کار وضع نہیں کئے گئے جن کے ذریعے مملکت کے لئے لازمی ہو کہ وہ کمیشن کی تجاویز کو سنجیدگی سے لیں۔ البتہ یہ گنجائش موجودہ ہے کہ کمیشن اپنی سالانہ رپورٹ کو شائع کرنے سے قبل وزیراعظم اور پارلیمنٹ کو دکھا کر منظور کروالیا کرے۔

یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ سالانہ رپورٹ صدر کی بجائے وزیراعظم دیکھے گا۔ تاہم وزیراعظم کے علاوہ کابینہ اور دوسری اعلیٰ انتظامی کمیٹیوں یا اتھارٹیز کا ذکر نہیں کیا گیا اسی طرح کوئی یقین دہانی موجود نہیں کہ قانون سازی اور فیصلہ سازی کے مجاز دیگر ادارے بھی کمیشن کی تجاویز کو سنجیدگی سے لیں گے۔

اس میں جیلوں، حوالاتوں اور دیگر ایسی جگہوں کا معائنہ کرنا جہاں عورتوں اور لڑکیوں کو رکھا جاتا ہے بھی شامل ہے۔ نئی ترامیم میں انکوائری کے طریقے کار کا خیر مقدم کیا جاتا ہے تاہم کمیشن صرف شکایات کی انکوائری کر سکتا ہے کی خلاف ورزی پر ازخود نوٹس نہیں لے سکتا۔

قومی کمیشن برائے وقارنسواں سے وابستہ توقعات اور حالیہ کامیابیاں

2012 کی ترامیم کے نتیجے میں قومی کمیشن برائے وقارنسواں کے ساتھ بہت سی توقعات وابستہ ہوگئی ہیں کہ اپنے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کیلئے یہ کیسے کام کرے گا۔ پچھلے چند سالوں میں این سی ایس ڈبلیو نے نہ صرف قانون سازی، پالیسی اور تحقیق کے شعبوں میں بلکہ حکومت اور سول سوسائٹی کے درمیان روابط میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگلی حکومتوں میں نہ صرف یہ کہ اس کے کام کو ادارہ جاتی طور پر شامل کیا جائے گا بلکہ مستقبل کے اقدامات میں کمیشن کا کردار زیر غور رہے گا۔

وزارت برائے ترقی خواتین کے 18 ویں ترمیم کے ذریعے ختم ہونے کے بعد این سی ایس ڈبلیو وفاقی سطح پر واحد ادارہ ہے جو عورتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ نتیجتاً اس کا کردار بہت بنیادی ہوگیا ہے۔

2012 کے قانون کے مطابق چیئر پرسن کا درجہ وزیر مملکت کے برابر ہوگا۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ کمیشن بیوروکریسی میں ایک اہم ادارے کے طور پر شمار کیا جائے گا۔ اس لئے اس کو اسطرح اپنا کردار ادا کرنا ہے کہ یہ وفاقی حکومت کے ہر شعبے میں عورتوں کی بھرپور نمائندگی کروا سکے۔ اسی طرح اس کو صوبائی کمیشن قائم کروانے اور ان سے روابط استوار رکھنے میں بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

قومی کمیشن برائے وقارنسواں کے افعال میں سے ایک اہم کام یہ ہے کہ سرکاری سطح پر معاملات کے اٹھائے جانے میں عمل انگیز کا کردار ادا کرے۔ اس کے ذریعے عورتوں کے مسائل گھر میں کام کرنے والی عورتوں سے لے کر شورش زدہ علاقوں میں محصور عورتوں تک ہر دائرے میں سرکاری طور پر حل ہونے چاہیں۔ کمیشن کا بنیادی کردار یہ ہے کہ وہ عورتوں کی خصوصی ضروریات اور مسائل پر حکومت کی توجہ مرکوز کروائے۔

اگرچہ کمیشن کی مشاورت قانوناً لازمی نہیں ہے لیکن چیئرپرسن کا کام ہے کہ وہ فیصلہ سازی، قانون سازی اور پالیسی وضع کرنے والے دائروں میں خود کو بھرپور طور پر متحرک کرے اور مستقلاً ایسی تجاویز دیتی رہے جو عورتوں کے مسائل سے تعلق رکھتی ہوں۔

2009-2012 والی مدت میں کمیشن کی یہ کامیابی شامل ہے کہ اس کی تجاویز کو حکومت کی طرف سے کی گئی ترامیم کا حصہ بنایا گیا۔

این سی ایس ڈبلیو نے مختلف موضوعات پر تحقیق کر کے مسائل اور مشکلات کو واضح کیا ہے ایسی تحقیقات، تجزیے اور تفہیم کے لئے ناگزیر ہیں۔ اس سے نہ صرف کمیشن مسائل کو دریافت کر پاتا ہے بلکہ ان میں موقع کی مناسب سے سرکاری طور پر مداخلت کے موقع بھی تجویز کر سکتا ہے۔

ایسی تحقیقات کے ذریعے مستقبل کے منصوبوں اقدامات کا راستہ بھی کھلتا ہے اور سب سے اہم یہ کہ یہ تحقیق بیک وقت سول سوسائٹی اور حکومت کے سامنے زیر غور لائی جا سکتی ہیں۔ اس کی ایک بہترین مثال متوازی قانونی نظام والی تحقیق ہے جسکا اہتمام این سی ایس ڈبلیو نے کیا۔

ایسی تحقیقات کا ایک نتیجہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ کمیشن نے ایک کیس سپریم کورٹ میں پیش کیا جو انصاف کے ان غیر قانونی متوازی نظاموں کے بارے میں تھا کہ جرگہ پنچائت وغیرہ جیسے متوازی نظاموں کو ختم کیا جائے۔ اس پٹیشن پر سپریم کورٹ میں ابھی دلائل جاری ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ کمیشن اس طرح کی تحقیقات کا سلسلہ جاری رکھے جن سے مستقبل کے منصوبوں اور حکومتی عمل دخل کے لئے مناسب رہنمائی ملتی رہے۔

دفتری فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے این سی ایس ڈبلیو کا متحرک کردار بہت ضروری ہے اس کے سابقہ کوششوں میں غیرت کے نام پر قتل کے قانون (جو قوانین فوجداری کے تحت جاری کیا گیا) اور حدود آرڈینس میں ترامیم شامل ہیں۔

پچھلے دور میں قومی کمیشن برائے وقارنسواں نے ایک لاء کمیٹی بھی بنائی تھی جو اعلی سطح کے وکلاء، ہیومن رائٹس کے علمبرداروں اور ریٹائرڈ ججوں پر مشتمل تھی۔ این سی ایس ڈبلیو نے اس کمیٹی کے ذریعے بہت سارے اہم قوانین کے مسودات تیار کرنے اور ترامیم لانے کا کام کیا جس میں تیزاب پھینکنے کے جرائم، مسلم فیملی لاءز وغیرہ پر کافی کام کیا۔

کمیشن نے اس کے علاوہ مختلف قوانین کو آگے لانے اور ان پر عمل کرانے کیلئے سیاسی جوڑ توڑ اور پیروکاری کی مثلاً جائے ملازمت پر عورتوں کی جنسی ہراسیت، تیراب پھینکنے کے جرائم کے حوالے سے سرگرم مہم چلانا اور خود این سی ایس ڈبلیو کی خودمختاری کیلئے قانون پاس کرانا وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح کمیشن نے سول سوسائٹی کے ساتھ وزارتوں اور خاص طور پر وزارت قانون اور وزارت انسانی حقوق کے ساتھ بھی کافی روابط استوار کر لیے ہیں۔ اس طرح کمیشن مضبوط لابی اور حقوق کے لئے آواز اٹھانے والے ادارے کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔

قومی کمیشن برائے وقارنسواں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ حکومت کے عالمی اداروں کے درمیان روابط استوار کرنے کے علاوہ ملکی پالیسیوں اور قوانین کو بین الاقوامی معیار کے ساتھ ہم آہنگ بنا سکتا ہے۔

ایک اور اہم کردار جو این سی ایس ڈبلیو ادا کرتا ہے وہ حکومت اور سول سوسائٹی کے درمیان رابطہ استوار کرنا ہے اسطرح این سی ایس ڈبلیو سیاسی رابطوں اور پیروکاری کے ذریعے متعلقہ مسائل کو نمایاں کر سکتا ہے۔ اور بہت سی صورتوں میں ثالثی کا کردار بھی ادا کر سکتا ہے اور اسطرح حکومت اور سول سوسائٹی کے معاملات میں بہتر حکمت عملی وضع کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔

2012 کے قانون کے مطابق این سی ایس ڈبلیو کو خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں انکوائری کا اختیار دیا گیا ہے البتہ ازخود اقدام کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

شخصیات اور دستاویزات کو طلب کرنے کا اختیار دے کر اگرچہ کمیشن کی طاقت بڑھائی گئی ہے لیکن یہ امر سامنے رکھنا چاہیے کہ کمیشن ہر مسلئے میں انکوائری نہیں کر سکتا لیکن سول سوسائٹی کی تنظیموں کو اپنے طور پر تحقیقات میں مدد دے سکتا ہے اور ایک ایسا طریقہ کار بھی وضع کرنے کی ضرورت ہے جس کے تحت خلاف ورزی کی صورت میں کمیشن ازخود متحرک ہو سکے۔

گھریلو تشدد کا مسئلہ اور اس کے حل کیلئے قانون سازی کی ضرورت واہمیت

بقیہ صفحہ 1 سے

قانون جامع ہونا چاہیے اور اس میں منفی شقیں شامل نہیں ہونا چاہیں۔

سول سوسائٹی نے مختلف مسودات قانون کی تیاری کے لئے اراکین پارلیمنٹ کے ساتھ مل کر کام کیا تاہم اس نے حتمی شکل دیئے جانے والے بعض مسودات قانون سے اتفاق نہیں کیا جنہیں قانون ساز اداروں کے سامنے رکھا گیا تھا، اور اس سے متعلق سول سوسائٹی نے اراکین پارلیمنٹ اور حکومتی اداروں کو آگاہ کرنے کے علاوہ عوامی سطح پر بھی ان کا اظہار کیا۔ سول سوسائٹی ان قوانین میں بہتری لانے اور ان کا موثر ہونا یقینی بنانے کے لئے اراکین پارلیمنٹ اور قانون ساز اداروں کے ساتھ مل کر کام جاری رکھے ہوئے ہے۔

قومی اسمبلی میں سال 2002سے 2007 کے درمیان گھریلو تشدد کے معاملہ پر مہناز رفیع، شیری رحمان اور ریاض فتیانہ کی جانب سے ذاتی حیثیت میں بل پیش کئے گئے۔ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے ترقی خواتین نے دسمبر 2006 میں مہنار رفیع اور شیری رحمان کی طرف سے ارسال کئے گئے مجوزہ مسودات قانون کا جائزہ لینے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی۔ ذیلی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ وزارت ترقی نسواں (MoWD) اور وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق کی جانب سے دونوں مسودات کو یکجا کر دیا جائے۔ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے ترقی نسواں نے 2007 میں ذیلی کمیٹی کی مشاورت سے دونوں خواتین اراکین پارلیمنٹ کی جانب سے مشترکہ طور پر پیش کئے گئے مسودہ قانون کی منظوری دے دی۔ نومبر 2007 میں قومی اسمبلی توڑ دیئے جانے کے بعد مسودہ قانون پر کارروائی کا عمل غیر موثر ہو گیا۔

تاہم حکومت اور سول سوسائٹی کی جانب سے مسودہ قانون کو تسلیم کئے جانے کا سلسلہ آگے بڑھانے کا عمل جاری رہا۔ 2007 کے مسودہ قانون کو اسی سال وزارت ترقی نسواں (MoWD) کی جانب سے وزارتوں، حکومتی شعبوں اور سول سوسائٹی میں تقسیم کیا گیا اور 2008 کی ابتداء میں یہ حکومت اور سول سوسائٹی کے متعدد فورمز کا موضوع رہا۔

گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) بل 2009 کو یاسمین رحمان نے 2008 میں قومی اسمبلی میں متعارف کرایا۔ قومی اسمبلی نے 4 اگست 2009 کو یہ مسودہ قانون متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے قرار دیا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس مسودہ قانون کی منظوری کی تائید کی کیونکہ یہ پارٹی کے منشور سے مطابقت رکھتا ہے۔ وزیر پارلیمانی اُمور نے ایوان کو اور قوم کو اس قابل فخر لحہ پر مبارک باد پیش کی جب ایوان نے عورتوں، بچوں اور دوسرے زد پذیر افراد کو گھریلو تشدد سے بچانے کے لئے مسودہ قانون کو منظور کیا۔ انہوں نے اس موقع پر ذکر کیا کہ خواتین اراکین پارلیمنٹ کے علاوہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی اور صدر آصف علی زرداری نے مسودہ قانون کی منظوری میں گہری دلچسپی لی۔ تاہم مسودہ قانون سینٹ میں جا کر رک گیا جہاں اس پر مزید غور و خوض کے لئے اسے ایک ثالثی کمیٹی کو ارسال کر دیا گیا۔ 18 ویں آئینی ترمیم کی منظوری سے معاملہ صوبوں کو منتقل ہو گیا جس سے مسودہ قانون غیر موثر ہو گیا۔

مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے چاروں صوبوں میں ترقی نسواں کی وزارتوں کی تائید سے صوبائی اسمبلیوں میں گھریلو تشدد پر قانون سازی پر مبنی کئی اقدامات متعارف کرائے گئے۔ یہ تمام ابھی قطع و برید کے عمل سے دوچار ہیں اور انہیں اسمبلیوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ تاحال ان میں سے کوئی مسودہ قانون صوبائی اسمبلیوں کی جانب سے منظور نہیں کیا گیا۔

سال 2013 میں انتخابات ہونے ہیں جس کے باعث یہ قوانین بھی غیر موثر ہونے کے خطرہ سے دوچار ہیں۔

20 فروری 2012 کو سینیٹر نیلوفر بختیار کی جانب سے اسلام آباد کے دارالحکومتی علاقہ میں نافذ العمل گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) بل پیش کیا گیا جسے وفاقی پارلیمنٹ کے ایوان بالا نے متفقہ طور پر منظور کر لیا تاہم اسے ابھی تک قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا۔

اپریل 2012 میں یاسمین رحمٰن کی جانب سے 2008 میں متعارف کرائی گئی قانون سازی کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کے سامنے رکھا گیا اور یہ امر زبردست مخالفت اور تنازعہ کا باعث بن گیا۔ جے یو آئی (ف) نے اس قانون کی یہ کہتے ہوئے سخت مخالفت کی کہ یہ 'مغربی ایجنڈا' ہے اور 'اسلامی اقدار کو نقصان' پہنچاتا ہے۔ اس مسودہ قانون کو اب مزید جائزہ اور بحث کے لئے ایک اور کمیٹی کے حوالہ کر دیا گیا ہے۔

گھریلو تشدد بل کے خلاف دلائل اور ان کے جوابات

پاکستان میں گھریلو تشدد کے خلاف قانون بنائے جانے کے خلاف کئی دلائل اور سوالات سامنے آئے ہیں۔ ان میں سے سب سے عام کو ذیل میں بمعہ جوابات پیش کیا جا رہا ہے۔

☆ ہمیں گھریلو تشدد پر علیحدہ قانون کی ضرورت کیوں ہے؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 25 ریاست کو اجازت دیتا ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے خصوصی دفعات وضع کر سکتی ہے۔ اس کی روح کے مطابق یہ ریاست کو عورتوں اور بچوں کی طرف سے سامنا کئے جانے والے خصوصی معاملات جنہیں نظر انداز کیا جا رہا ہو کے لئے قوانین اور قواعد بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ خصوصی قوانین عموماً دو وجوہات کی بناء پر سامنے لائے جاتے ہیں:

خصوصی قوانین اس وقت بنائے جا سکتے ہیں جب بعض معاملات قانون کی جانب سے مناسب طور پر نہ نمٹائے جا رہے ہوں جیسا کہ اگر عورتوں کی طرف سے سامنا کئے جانے والے معاملات یا امتیازی سلوک کا احاطہ کرنے کوئی موجودہ قوانین موجود نہ ہوں یا جہاں موجودہ قانون اپنی تشریح اور اطلاق میں معاشرہ کے ایک طبقہ کو تحفظ مہیا کرنے میں ناکافی ثابت ہو۔

ایسے قوانین اس وقت بھی وضع کئے جاتے ہیں جب کسی خاص معاملہ پر توجہ مبذول کرانے کی ضرورت ہو جسے معاشرہ اور اور ملک کے انتظامی، مقنّنہ جاتی اور عدالتوں نظاموں کی جانب سے نظر انداز کیا جا رہا ہو۔

گھریلو تشدد ان دونوں درجہ بندیوں میں آتا ہے۔ یہ ایک غیر مرئی جرم ہے۔ بہت کم لوگ اس پر بات کرتے ہیں اور اس سے بھی کم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس سے متعلق معاشرہ، ریاستی اداروں اور یہاں تک کہ خود ریاست کی طرف سے خاموش قبولیت پائی جاتی ہے جو ایک طرح سے اس عمل کی تائید ہے۔

لہٰذا اس معاملہ پر توجہ مبذول کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ مزید برآں، وہ قوانین اور تعزیراتی دفعات جن کا معمول کے حالات میں کسی شہری کے خلاف تشدد کے ارتکاب پر اطلاق ہوتا ہے ان کا پاکستانی معاشرہ میں سرکاری اور نجی معاملہ کی تقسیم کی وجہ سے گھریلو تشدد کے معاملہ میں شاید اطلاق نہ ہوتا ہو اور اکثر نہیں ہوتا۔

گھر کے اندر ہونے والے مجرمانہ افعال کو 'جرائم' کے طور پر تسلیم کئے جانے سے متعلق رضامندی دکھائی نہیں دیتی کیونکہ اسے گھرانے کی 'تقدیس' کو مخفی رہنے کی 'خلاف ورزی' سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں گھر کے اندر نشانہ بننے والا فرد اتنا ہی شہری ہے جتنا کہ عوام مقام پر نشانہ بننے والا فرد ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اسے ویسا ہی تحفظ اور انصاف مہیا کرنا ضروری ہے۔ اس کے باوجود گھر کے اندر تشدد کا ارتکاب کرنے والوں کو اکثر اس تشدد پر بغیر سزا کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور عورتوں اور بچوں کو ان لوگوں کے ساتھ جن پر انہیں بھروسہ ہوتا ہے کی جانب سے اس مقام پر جہاں پر انہیں محفوظ اور سب سے زیادہ تحفظ کا حامل ہونا چاہیے وہاں انہیں سخت خطرے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

پاکستان میں جیسا کہ دنیا بھر میں عام طور پر ہوتا ہے گھریلو تشدد بیشتر معاملات میں مردوں کی جانب سے عورتوں پر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آرٹیکل 25 کی رُو سے یہ واضح اور اہم ہے کہ عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے گھریلو تشدد پر قانون ضروری ہے۔

اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ گھریلو تشدد کا قانون ایک مکمل علیحدہ متوازی طریقہ وضع نہیں کرتا۔ گھریلو تشدد کے قوانین کا مسودہ جو گھریلو تشدد کو مجرمانہ فعل قرار دینے کی وکالت کرتا ہے تعزیرات پاکستان کے ضابطہ 1860 کے تحت جرائم اور دی جانے والی سزاؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قانون صرف ان موجودہ قوانین کی شناخت کرتا ہے جو گھریلو تشدد کے معاملات میں قابل اطلاق ہوں گے۔

یہ ان جرائم کو بھی متعارف کراتا ہے جو گھریلو تشدد کے معاملات میں عام ہیں مگر تعزیرات پاکستان کے ضابطہ کے تحت مخصوص قوانین کے طور پر وجود نہیں رکھتے۔ اس کے علاوہ گھریلو تشدد کے قوانین عورتوں اور بچوں کو گھریلو تشدد سے محفوظ رکھنے کو یقینی بنانے اور گھریلو تشدد قانون اور تعزیرات پاکستان کے ضابطہ 1860 پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے صرف طریقہ ہائے عمل پیش کرتا ہے۔

لہٰذا یہ ایک ضروری قانون ہے جس کا مسودہ موجودہ قانون کی مطابقت سے وضع کیا گیا ہے اور محض قانون کو پاکستان میں عورتوں اور بچوں کے خلاف ہونے والے تشدد کی تمام شکلوں کا احاطہ کرنے کے لئے توسیع دیتا ہے۔

☆ گھریلو تشدد کے خلاف قانون تحفظ کی آڑ میں پاکستان میں مغربی ایجنڈ کے کو فروغ دینا ہے۔

عورتوں کے خلاف تشدد ثقافت، طبقات، تعلیم، آمدن، قومیت اور عمر کی حد بندیوں سے ماورا ہوتے ہوئے دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے۔ واحد فرق مختلف ممالک اور خطوں میں اس کی طرز اور رجحانات میں فرق ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی 2005 کی 'تشدد اور صحت پر عالمی رپورٹ' میں 10 ممالک کا جائزہ لیا گیا اور نتیجہ پیش کیا کہ شریک حیات کی جانب سے تشدد یوکوہاما جاپان کی کمتر شرح 15 فیصد سے لے کر ایتھوپیا کے دیہی علاقوں کی 71 فیصد کی بلند شرح تک موجود ہے۔ پاکستان بھی اس سے مختلف نہیں۔

عورت فاؤنڈیشن نے صرف 2011 میں گھریلو تشدد کے 610 واقعات کا ذکر کیا جنہیں میڈیا نے رپورٹ کیا۔ دیگر رپورٹیں جیسا کہ جنوبی ایشیائی میں انسانی ترقی کی رپورٹ 2000 نے ذکر کیا کہ گھریلو تشدد کا ارتکاب پاکستان کے ہر تیسرے گھرانہ میں ہوتا ہے اور تقریباً 80 فیصد عورتوں کو اپنی زندگی میں گھریلو تشدد کی کسی نہ کسی شکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

گھریلو تشدد واضح طور پر مغربی ایجنڈا نہیں ہے۔ گھریلو تشدد کے قوانین ملائیشیا، ترکی اور انڈونیشیا میں موجود ہیں اور یہ سب مسلمان ممالک ہیں۔ گھریلو تشدد کے قوانین سری لنکا، نیپال اور بنگلہ دیش میں بھی موجود ہیں جو سب جنوب ایشیائی ممالک ہیں۔

گھریلو تشدد پاکستان کی عورتوں سمیت انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کا عالمی ایجنڈا ہے۔

بقیہ صفحہ 6 پر

’خط زندگی سے نیچے‘

پاکستان میں اقلیتی عورتوں پر تحقیقی مطالعہ جھنجھوڑ دینے والے حقائق پیش کرتا ہے

ڈاکٹر نفیسہ شاہ، سیکرٹری ویمنز پارلیمنٹری کاکس، اور محترمہ آسیہ ناصر، رکن قومی اسمبلی، تحقیقی مطالعہ کی رونمائی کے موقع پر۔ تصویر میں پیٹر جیکب بھی نظر آرہے ہیں۔

پاکستان میں اقلیتی عورتوں سے متعلق مطالعہ سے سامنے آنے والے حیران کن حقائق قومی کمیشن برائے انصاف اور امن (این سی جے پی) کی جانب سے سال 11-2010 میں ’خط زندگی سے نیچے‘ کے نام سے کیا گیا مطالعہ پنجاب اور سندھ کے دو صوبوں، جہاں ملک کی اقلیتوں کی 95 فیصد آبادی قیام پذیر ہے کے 26 اضلاع میں کیے گئے بنیادی سروے کی مدد سے آج کے پاکستان میں اقلیتی عورتوں کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات پیش کرتا ہے۔ سروے میں ہندو اور عیسائی برادریوں، جو کل پاکستان میں اقلیتوں کی آبادی کا 92 فیصد حصہ تشکیل دیتی ہیں، سے تعلق رکھنے والی ایک ہزار عورتوں سے انٹرویو کئے گئے۔ یہ تحقیق محترمہ جینیفر جگ جیون اور پیٹر جیکب کی سرکردگی میں کی گئی۔

قارئین کو اقلیتوں کی آبادی (صفحہ 26، اضافیہ 1)، پالیسی فریم ورک (صفحہ 13-17) اور بین الاقوامی اور قومی قانونی نظاموں (اضافیہ 11) میں درج انسانی حقوق کے معیار کے حوالہ سے اقلیتی عورتوں کے لئے دستیاب گنجائش سے متعلق آگاہ کرنے کے علاوہ یہ مطالعہ اقلیتی عورتوں کے لئے دستیاب تحریری مواد کا جائزہ پیش کرتا ہے۔

سروے کے نتائج اقلیتی عورتوں کو درپیش تلخ حقائق کی جانب اشارہ کرتے ہیں جو پالیسی پر مبنی اقدامات کے متقاضی ہیں مثلاً:

الف) 43 فیصد اقلیتی عورتوں نے مقام ملازمت، تعلیمی ادارے اور اڑوس پڑوس میں مذہبی امتیاز کا سامنا کرنے کی شکایت کی جبکہ 27 فیصد کو تعلیمی اداروں میں داخلہ کے وقت اس کا سامنا کرنا پڑا۔ بیشتر اقلیتی بچوں کو مناسب متبادل (صفحہ 66,55,44) نہ ہونے کے باعث اسلامیات پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

ب) انٹرویو کی گئی اقلیتی عورتوں میں سے صرف 47 فیصد خواندہ (صفحہ 28) تھیں جو قومی اوسط (57 فیصد قومی شرح خواندگی) سے کم اور عورتوں کی شہری شرح خواندگی سے، جو 65 فیصد سے زائد ہے، کہیں زیادہ کم تھی (70 فیصد جواب دہندہ خواتین کا شہری علاقوں سے تعلق تھا۔ صفحہ 35)۔

پ) محض 5.5 فیصد اقلیتی عورتیں کسی سیاسی جماعت کی رکن ہیں جس سے متعلق 68 فیصد کا جواب نفی میں تھا اور 26 فیصد نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان میں سے 0.4 فیصد عہدیدار اور 1.5 فیصد نمائندہ ہیں۔ نمائندگان میں سے صرف 4 فیصد فیصلہ سازی کے عمل میں حصہ لیتی ہیں اور ایک بڑا حصہ (69 فیصد) کوئی جواب نہیں دیتا۔

ج) اقلیتوں میں نوزائیدہ بچوں کی اموات کی شرح قومی شرح سے بلند تر ہے؛ پیدا ہونے والے 3050 بچوں میں سے 314 کی موت سے شرح اموات 10.30 فیصد بنتی ہے جو قومی شرح اموات سے کافی زیادہ ہے، جو عالمی بینک کی رپورٹوں کے مطابق 8.7 فیصد ہے۔ وفات پانے والوں بچوں میں سے بیشتر پیدائش کے وقت یا اس کے 30 دنوں کے اندر وفات ہوئے۔ 31.12 فیصد وفات پیدائش کے وقت اور 36.62 فیصد پیدائش سے 30 دنوں کے اندر۔ یہ تعداد مجموعی طور پر 70 فیصد بنتی ہے (صفحہ 9)۔

د) ملازمت کرنے والی 76 فیصد عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کیا گیا (صفحہ 47)۔

ز) رہائش (مکان، شہری سہولتوں) اور آمدنی، بچت، صحت اور تعلیم سے اخذ کی گئی معاشی صورت حال سے متعلق بھی اقلیتی عورتیں سماجی اور معاشی ترقی کے حوالہ سے کناروں سے لگی دکھائی دیتی ہیں مطلب امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔

س) اگرچہ 55 فیصد اقلیتی عورتیں کثیر المذہبی طور پر اپنے لئے سماجی ماحول کو سازگار دیکھتی ہیں تاہم 62 فیصد کا خیال تھا کہ شانتی نگر، گوجرہ، کوریاں، سیالکوٹ وغیرہ میں مذہبی طور پر بے چینی کے واقعات کے پیش نظر اکثریتی برادری ان کا ساتھ نہیں دے گی۔

ش) عورتوں کو مذہب کی جبری تبدیلی اور بڑی ثقافت کا حصہ بننے کے خطرات کے پیش نظر ان کے خاندان ان کی خودمختاری پر کنٹرول رکھتے دکھائی دیتے ہیں لہٰذا ان کی زندگیوں اور بہبود سے متعلق فیصلوں پر مردوں کا اختیار ہوتا ہے جو ان کی خودمختاری کو کئی طرح سے متاثر کرنے کا باعث ہے۔

مذہبی اور صنفی امتیاز کے خاتمہ کے لئے قوانین اور پالیسیوں پر مکمل نظر ثانی پر زور دینے کے علاوہ یہ مطالعہ اقلیتوں سے متعلق سرکاری اعداد و شمار کے فقدان کا بھی ذکر کرتا ہے جو درحقیقت سول سوسائٹی اور حکومت کو پیشرفت کا جائزہ لینے اور اقلیتی عورتوں کے حالات میں بہتری لانے اور انہیں قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے اقدامات میں مدد دے سکتا ہے۔

چند مثبت اشارے بھی موجود ہیں مثلاً 79 فیصد جواب دہندگان کے پاس کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ موجود تھے۔ 74 فیصد جواب دہندگان رجسٹرڈ ووٹر تھیں اور 65 فیصد نے ووٹ ڈالنے کا حق استعمال کیا تھا۔ 62 فیصد کو ان کے خاندان کی طرف سے کسی خاص امیدوار کو ووٹ دینے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا تھا تاہم (21 فیصد) کو اس جبر کا سامنا کرنا پڑا (صفحہ 40 اور 42)۔ مطالعہ میں تین ممتاز اقلیتی خواتین، رکن قومی اسمبلی محترمہ آسیہ ناصر، کراچی سے تعلق رکھنے والی سینئر وکیل مسز ارنسٹائن سی پنٹو اور سماجی کارکن محترمہ پشپا کماری کے انٹرویو اور ان کی طرف سے صورت حال کا مقاصدی تجزیہ بھی شامل ہے۔

بشکریہ: پاکستان کیتھولک بشپس کانفرنس کی طرف سے قائم انسانی حقوق کا ادارہ (این سی جے پی)۔ یہ کمیشن 1985 سے انسانی حقوق کے معاملات خصوصاً پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق سے متعلق مصروف کار ہے۔ (رپورٹ 'Life on the Margins' ویب سائٹ www.ncjppk.org پر دستیاب ہے)۔

اداریہ

پاکستان میں گھریلو تشدد کے واقعات کی بڑھتی ہوئی تعداد اور پاکستانی معاشرہ میں گہری جڑیں رکھنے والی پدری شاہانہ ذہنیت جو گھریلو تشدد کی تائید کرتی دکھائی دیتی ہے کے پیش نظر یہ انتہائی ستم ظریفی ہے کہ گھریلو تشدد کا قانون تا حال منظور نہیں ہوسکا۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ دنوں کی جانب سے الگ مواقع پر یہ قانون متفقہ طور پر منظور کیا گیا مگر وزیراعظم اور حکومت کی جانب سے مسودہ قانون کی بادی النظر میں حمایت کے باوجود اسے غیر موثر ہونے دیا گیا۔ اس مسودہ قانون پر توجہ دینے میں ناکافی نا صرف معاشرتی سماجی ڈھانچوں کو کمزور کرنے کی باعث بنے گی بلکہ اس کے نتیجہ میں عورتوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس سے عورتوں اور بچوں کو جہاں تحفظ بہم پہنچانے کی ضرورت ہے وہاں ریاست کی جانب سے وابستگی کے فقدان کا اظہار ہوگا۔ گھریلو تشدد کا مسودہ قانون جسے موثر اور جامع ہونا چاہیے اور جو گھریلو تشدد سے متاثرہ افراد کو مناسب معاونت اور تحفظ مہیا کرتا ہو کا بطور وفاقی قانون اور صوبوں کی جانب سے منظور ہونا ناگزیر ہے اور اس تحفظ کی فراہمی میں کسی طرح کی حیل وحجت ناقابل قبول نہیں ہے۔

گھریلو تشدد کے خاتمہ کے لئے قانون سازی کی منظوری کے ساتھ وفاقی حکومت کی جانب سے عورتوں کے خلاف تشدد کا ایک پالیسی فریم ورک بھی آنا چاہیے۔ اسے علیحدہ اور آزاد پالیسی کے طور پر بھی تیار کیا جاسکتا ہے اور پہلے سے موجود قومی پالیسی برائے ترقی و فلاح نسواں جسے سال 2002 میں متعارف کرایا گیا میں جامع انداز سے شامل کیا جاسکتا ہے۔ ایسے کسی بھی پالیسی فریم ورک میں اس کے دائرہ کار کے اندر صنف کی بنیاد پر تشدد کے شکار افراد کے لئے معاونی ڈھانچوں اور خدمات متعارف کرانے کے لئے اقدامات شامل ہونے چاہیں۔ اعلیٰ ٹیکنالوجی کی حامل ایک ’ہیلپ لائن سروس‘ اور تشدد کے شکار افراد تک رسائی ایسی کسی پالیسی کا سنگ بنیاد ہونا چاہیے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو بھی اسی پالیسی اور عورتوں کے خلاف تشدد خصوصاً گھریلو تشدد سے متعلق کسی بھی موجودہ بنیاد کہ مطالعہ کے علاوہ تشدد کے شکار افراد کی ضروریات کے جائزہ کی روشنی میں اپنے منصوبوں اور حکمت عملی کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔

عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے عملہ میں صنفی حساسیت کو ایک اہم ضرورت کے طور پر اجاگر کیا جارہا ہے۔ صوبائی سطح پر وزارتوں اور متعلقہ محکموں پر مشتمل اداروں میں صنف کو مرکزی دھارے میں لانے کے عمل میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے عملہ کو شامل کیا جانا چاہیے۔ مختلف اداروں کی جانب سے حال میں بنائے جانے والے متعدد نئے قوانین جو نقصان دہ سماجی معمولات اور تیزاب پھینکنے کے علاوہ جائے ملازمت پر عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کئے جانے کی روک تھام کے لئے وضع کئے گئے سے متعلق معلوماتی نشستوں اور استعداد میں اضافہ پر مبنی اقدامات کرنے چاہیں۔

قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن

’قانون سازی پر نظر‘ عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز امپاورمنٹ کی ریسورس سروس کی طرف سے اسلام آباد سے تیار کیا جاتا ہے۔

ایڈوائزری بورڈ

آئی۔اے۔ رحمان، طاہرہ عبداللہ، نعیم مرزا

ایڈیٹوریل بورڈ

وسیم واگھا، ثروت وزیر

آپ کے خطوط، آراء اور تحریریں باعث خوشی ہونگی۔ رابطہ کیلئے:

عورت فاؤنڈیشن، مکان نمبر 12، سٹریٹ نمبر 12، F-7/2، اسلام آباد

فون: 8-051-2608956 ای میل: lwprs@af.org.pk

فیکس: 051-2608955 ویب سائٹ: www.af.org.pk

پرنٹنگ بشکریہ: ایم الیف اے، ناروے

خودمختاری اور خواتین کے حق میں قانون سازی کا بے مثال جائزہ بڑے کارنامے ہیں: انیس ہارون

بقیہ صفحہ 1 سے

کوششیں کیں''، محترمہ انیس ہارون نے کہا۔

''میں خوش ہوں کہ ہماری ٹرم کے پورا ہونے سے پہلے پہلے اس خواب کو تعبیر مل گئی ہمیں اس مطالبے کو پورا کروانے میں تین سال لگے اور ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس قانون کا مُسودہ ترتیب پا کر پارلیمنٹ سے منظور ہو جائے لیکن ایک واضح اور قابل فخر سچ یہ ہے کہ ایسا ہونا پارلیمنٹ میں موجود خواتین ممبران کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھا، بالخصوص ویمن پارلیمنٹری کاکس کے اراکین''، محترمہ ہارون نے کہا۔

''پارلیمنٹ اور خواتین کے حقوق کی تحریک کی تاریخ کے تناظر میں میں اپنے عاجزانہ اظہار تشکر پیش کرنے کے لئے چند نمایاں شخصیات کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے اس بل کو پاس کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان لوگوں میں وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی، سپیکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا، بیگم شہناز وزیر اعلی، مشیر وزیر اعظم برائے حقوق انسانی جناب مصطفیٰ نواز کھوکھر، ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ، ڈاکٹر عذرا فضل پیچوہو، ڈاکٹر نفیسہ شاہ، محترمہ بشریٰ گوہر، محترمہ کشور زہرا، محترمہ یاسمین رحمٰن، محترمہ آسیہ ناصر، جناب ریاض فتیانہ، جناب رضا ربانی، سینٹر افراسیاب خٹک شامل ہیں''، انہوں نے کہا۔

محترمہ انیس ہارون نے کہا کہ یہ لوگ بل پاس کروانے میں انتہائی مدد گار ثابت ہوئے جو عورتوں کے حقوق کیلئے ان کی نظریاتی وابستگی کا اظہار ہے اور جس کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔

اسی طرح محترمہ ہارون نے کہا دونوں ایوانوں کی قائمہ کمیٹیوں میں اس بل کو پی ایم ایل (ق)، پی پی پی، ایم کیو ایم اور اے این پی کی بھرپور حمایت حاصل رہی اور یہ بل متفقہ طور پر منظور ہو گیا۔

''ستم ظریفی ہے لیکن مجھے کوئی ایسا افسوس بھی نہیں کہ یہ قانون ایسے وقت میں پاس ہوا جب میں اور میرے ساتھی اراکین اپنے عہدے کی مدت پوری کر رہے تھے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ ذرا پہلے پاس ہو جاتا اور ہمیں اسکے نفاذ اور عملدرآمد کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا بھی موقع مل جاتا''، محترمہ انیس ہارون نے کہا۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا آپ دوبارہ اس عہدے کے لئے درخواست دیں گی تو انہوں نے کہا، ''جی ہاں اگر دوبارہ موقع دیا گیا تو اس چیلنج کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوں۔ مجھے کئی مواقع پر انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کی تنظیموں کے نمائندوں اور کئی پارلیمٹرین نے بھی یہ کہا ہے کہ آپ اس عہدے پر کچھ اور وقت گزاریں تاکہ ادارے کو حقیقی طور پر فعال اور خود مختار بنایا جاسکے مگر دیکھے کیا ہوتا ہے''۔

محترمہ انیس ہارون نے کہا، ''میں صرف اس بات میں دلچسپی رکھتی ہوں کہ جو باتیں ابھی کاغذوں میں ہیں انکو حقیقت بنانے میں اپنا کردار ادا کرسکوں۔ کیونکہ میں نے کمیشن کے چھوٹے سے لے کر بڑے مسائل تک تفصیل میں جا کر ان مسئلوں کو سمجھا ہے اور مجھے سالہا سال میں یہ تجربہ نصیب ہوا ہے کہ کس طرح پاکستان کی خواتین کے حقوق کا عملی تحفظ ممکن ہے''۔

انہوں نے کہا کہ این سی ایس ڈبلیو نے انکے دور میں ایسے متعدد اقدامات کئے ہیں کہ جن سے کمیشن کو فعال اور خود مختار ادارہ بننے میں مدد ملی ہے اور اب یہ کمیشن پارلیمنٹ اور دوسرے اختیار رکھنے والے اداروں میں خواتین کے معاشی، سیاسی و سماجی حقوق کے محافظ کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔

قومی کمیشن برائے وقار نسواں نے مندرجہ ذیل قوانین پاس کرانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے: جائے ملازمت پر ہراساں کئے جانے کیخلاف تحفظ کا بل 2010، قوانین فوجداری (ترمیم) ایکٹ 2010 (سیکشن 509) قوانین فوجداری (ترمیم) ایکٹ 2011 (سیکشن 332، 336، تیزاب پھینکنے پر سزا)، خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) ایکٹ 2011، مصیبت زدہ اور مخیرّ عورتوں کیلئے فنڈ (ترمیمی) بل 2011 اور بالآخر قومی کمیشن برائے وقار نسواں ایکٹ 2012۔

محترمہ انیس ہارون نے کہا کہ این سی ایس ڈبلیو نے پاکستانی شہریت ایکٹ 1951 پر نظر ثانی کروا کر عورتوں سے امتیازی سلوک والی شقیں ختم کروائی ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ کمیشن نے مندرجہ ذیل بل بھی مرتب کئے ہیں:

تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل 2011، ہندو شادی بل 2012، عیسائیوں کی شادی اور طلاق کا بل 2012 اور گھریلو تشدد (فوجداری ترمیم) کا بل 2012۔

انہوں نے مطلع کیا کہ کمیشن نے ایک قانونی کمیٹی بنائی ہے جو اس کام کو سرانجام دینے میں سنگ میل ثابت ہوگی اس کمیٹی میں پاکستان کے بہترین قانونی دماغ شامل کیے گئے ہیں ہم ان مسودات پر مشاورت کے لئے سول سوسائٹی تنظیموں اور دیگر سرکاری اور غیر سرکاری ماہرین سے بھی اس سلسلہ میں مشاورت کرتے رہے۔

سابقہ چیئر پرسن نے کہا کہ این سی ایس ڈبلیو اس بات کی نگرانی کرتا رہا ہے کہ جائے ملازمت پر ہراساں کئے جانے کیخلاف تحفظ کا بل 2010 پر وفاقی اور صوبائی سطح پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ مختلف وزارتوں اور محکموں میں اس مقصد کے لئے تحقیقاتی کمیٹیاں قائم کی گئی اسی طرح تشدد کا شکار ہونے والی عورتوں کو قانونی امداد فراہم کرنے کے لئے بھی کمیشن غیر سرکاری تنظیموں اور باضمیر شہریوں سے تعاون کرتا رہا ہے۔ مزید براں کمیشن نے متوازی غیر قانونی عدالتی نظام جرگہ وغیرہ کے خلاف بھی بھرپور قانونی چارہ جوئی کی ہے۔

محترمہ انیس ہارون نے بتایا کہ کمیشن نے سول سوسائٹی تنظیموں اور خواتین پارلیمنٹرین سے مضبوط روابط استوار کرکے ایسا بل بنا دیا جس سے عورتوں کی آواز اقتدار کے ایوانوں تک پہنچ سکے ہم نے ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد بھی کیا اور دو قومی کانفرنسیں جبکہ پانچ قومی سطح کی مشاورتی میٹنگز اور بیس صوبائی سطح کی مشاورتی میٹنگز کا انعقاد بھی گزشتہ تین سالوں میں کیا گیا جس میں عورتوں کا عالمی دن منانے اور دیہاتی عورتوں اور مزدور عورتوں کا دن ماننے کا عمل بھی مستقل بنیادوں پر شروع کیا گیا۔

کمیشن کے سبکدوش ہونے والے میرے تمام ساتھیوں کا تاثر ہے کہ ہم ایک تکمیل کا احساس لے کر رخصت ہو رہے ہیں اور آئندہ ہم حکومت سے خواتین کے حالات کی بہتری کے لئے منصفانہ اقدامات کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم نے کچھ انتہائی اہم اور مفید تحقیقی مطالعے بھی کئے ہیں جن میں مختلف پالیسیوں اور حکومتی اداروں مثلاً پولیس، شیلٹر ہومز وغیرہ کا جائزہ بھی شامل ہیں۔

گھریلو تشدد کا مسئلہ اور اس کے حل کیلئے قانون سازی کی ضرورت و اہمیت

بقیہ صفحہ 4 سے

یہ ان 610 پاکستانی عورتوں کا ایجنڈا ہے جن کے واقعات کو سال 2011 میں رپورٹ کیا گیا۔ یہ ان ہزاروں دیگر پاکستانی عورتوں کا ایجنڈا ہے جنہیں گھریلو تشدد سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر ان کے ساتھ ہونے والے سلوک کو 'اذیت رسانی' کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔

گھریلو تشدد پر قانون کے مخالفین کا کہنا ہے کہ ایسے قوانین 'مغربی ثقافت' کو فروغ دیتے ہیں اور اس استدلال سے ظاہر ہوتا ہے جیسے 'مشرقی ثقافت' اس کی حمایت کرتی ہے۔ ظاہر ہے یہ بات سچ نہیں ہے۔

گھریلو تشدد کی مخالفت ایک عالمی تحریک ہے جس میں پاکستان بھی شامل ہے۔ ریاست کی طرف سے عورتوں اور بچوں کو گھریلو تشدد سے تحفظ دینا آئین میں دیئے گئے خود اس کے اپنے اصولوں بشمول آرٹیکل 9 کے جو سلامتی اور زندگی کی ضمانت دیتا ہے کی رُو سے بہرصورت ایک ترجیح ہونی چاہیے۔

☆ **یہ قانون اسلامی اقدار کی نفی ہے اور خاندان کے خلاف جذبات کو فروغ دیتا ہے۔**

گھریلو تشدد کا قانون دفعات کے ایک سلسلے پر مشتمل ہے جو موجودہ تعزیراتی جرائم کی گھریلو تشدد کے تصور کی رُو سے وضاحت کرتی ہیں اور گھریلو تشدد کے کسی معاملہ سے متعلق فنی اور قانونی طریقہ ہائے عمل مہیا کرتی ہیں۔ یہ کسی اسلامی اقدار یا ثقافت سے متعلق نہیں ہے۔ درحقیقت یہ اس امر کو یقینی بناتے ہوئے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور باہمی احترام کا برتاؤ کریں کے ذریعہ خاندان کے ادارہ کو مستحکم کرتا ہے۔

یہ قانون صرف اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ بہت سے معاملات میں تشدد گھریلو تعلقات اور گھرانہ کے اندر بھی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ گھریلو تشدد کا قانون طلاق کے معاملات سے متعلق نہیں ہے جو ایک علیحدہ معاملہ ہے اور مسلم عائلی قوانین کے ذریعہ طے کیا جاتا ہے۔

یہ قانون افراد اور گھرانہ کے ایک رُکن کو اس کے خلاف کسی بھی طرح کے تشدد سے تحفظ دیتا ہے۔ یہ اس تصور پر مبنی ہے کہ ہر فرد قطع نظر تشدد کے مرتکب فرد اور اس کے شکار فرد کے درمیان رشتے کو نقصان پہنچائے جانے سے تحفظ، سلامتی اور انصاف تک رسائی کا حق رکھتا ہے۔ اس طرح کا تشدد ہونے پر قانون ریاست کو پابند کرتا ہے کہ وہ تشدد سے متاثر فرد کو تحفظ اور انصاف مہیا کرے کیونکہ ہر فرد کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔

یہ متاثرین کو اپنے حقوق کے لئے کھڑے ہونے اور تشدد کا ارتکاب کرنے والوں کو یہ پیغام دینے میں معاونت فراہم کرتا ہے کہ ایسا تشدد، زیادتی اور توہین ناقابل قبول ہے اور اس کی سزا اسی طرح دی جائے گی جس طرح گھر کے باہر وقوع پذیر ہونے پر یہ قابل سزا ہے۔

یہ ہر فرد چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ اسے گھر کے مقدس مقام پر تحفظ مہیا کرتا ہے۔

یہ سب اسلامی اصول اور فطری انصاف کے اصول ہیں جن سے پاکستان کی اسلامی ریاست وابستہ ہے۔

☆ **مردوں کے لئے کوئی تحفظ نہیں جو متاثرین ہو سکتے ہیں۔**

قانون بنیادی طور پر عورتوں اور بچوں کے لئے ہے جو عموماً گھریلو تشدد کے شکار ہوتے ہیں۔ تاہم قانون ان سب افراد کے لئے قابل اطلاق ہے جو گھریلو تشدد کے متاثرین ہوں۔

☆ **یہ بل بھارت میں منظور ہونے والے بل کی نقل ہے اور ہم بھارتی قانون سے پاکستانی قانون کے پراگندہ ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔**

گھریلو تشدد کے قوانین مختلف طرح کے ممالک جن میں ملائیشیا، ترکی، انڈونیشیا، سری لنکا، نیپال، بنگلہ دیش اور جنوبی افریقہ بھی شامل ہیں میں وجود رکھتا ہے۔ گھریلو تشدد سے متعلق پاکستانی مسودہ قانون کی تیاری کے وقت مذکورہ تمام قوانین کا جائزہ لیا گیا۔

پاکستان کی تمام اسمبلیوں بشمول قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کئے جانے والے گھریلو تشدد سے متعلق بل پاکستانی مسودہ نویسوں کی جانب سے تیار کئے گئے۔ انہیں مختلف ثالثی کمیٹیوں میں بھیجا گیا اور مختلف حکومتی اداروں بشمول وزارت قانون اور قائمہ کمیٹیوں کی جانب سے ان میں قطع و برید کی گئی۔ قطع و برید کے اس عمل میں تمام سیاسی جماعتیں بشمول جی یو آئی (ف)، پی ایم ایل (ن) اور خصوصاً پاکستان پیپلز پارٹی شامل تھیں اور ان سب کے پاس مسودہ پر اعتراض، تجاویز اور ترامیم کے لئے کافی مواقع موجود تھے۔ یہ سول سوسائٹی کی جانب سے منعقدہ مختلف نوعیت کے عوامی فورمز کا بھی موضوع رہا جن کے شرکاء میں حکومتی اراکین اور مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے نمائندے بھی موجود تھے۔ اسے قومی اسمبلی نے سال 2009 میں اور سینٹ نے 2012 میں متفقہ طور پر منظور کیا۔ یہ بات واضح ہے کہ حتمی مسودات جو اسمبلیوں میں پہنچے وہ پاکستان کے اپنے تیار کردہ ہیں اور پاکستانی قانون اور پاکستانی معاشرہ کی ضروریات کی بنیاد پر ہیں۔

ناروے کی سفیر نے پاکستان کے ساتھ تعلقات کی مضبوطی کیلئے 'لٹل ناروے' کا دورہ کیا

پاکستان میں ناروے کی سفیر محترمہ سسل لینڈز ورک اپنے دورہ کھاریاں کے دوران ایک مقامی خاندان کے ساتھ۔

کھاریاں صوبہ پنجاب کی ایک اہم چھاؤنی ہے۔ لیکن بہت سارے لوگ نہیں جانتے کہ 80 ہزار سے زیادہ آبادی پر مشتمل قصبے کو 'لٹل ناروے' بھی کہتے ہیں کیونکہ یہاں کے بہت سارے باشندے ناروے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ناروے میں موجود پاکستانی باہر سے آنے والا وہ واحد نسلی گروہ ہے جنہوں نے ناروے میں ایک نئی ثقافت متعارف کروائی۔ کئی سالوں تک ہزاروں لوگوں نے کھاریاں سے ناروے ہجرت کی۔ ایک چھوٹا سا ملک جس کی آبادی 50 لاکھ تک ہے اس میں 40 سے 50 ہزار پاکستان نژاد نارویجین ہیں جن میں %70 سے زائد کھاریاں سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کھاریاں کو 'لٹل ناروے' بھی کہتے ہیں۔ پاکستانی نژاد نارویجین ناروے میں ہر شعبہ میں کام کرتے ہیں، پارلیمنٹ کا نائب صدر ہونے سے جدید ٹیکنالوجی مثلاً کمیونیکیشن سیکٹر وغیرہ میں کام کرنا، سیاست کرنا، اداکاری کرنا یا ٹیکسی ڈرائیور ہونا۔

پاکستان میں ناروے کی سفیر محترمہ سسل لینڈز ورک نے کھاریاں میں مقیم پاکستانی نژاد نارویجین سے ملنے کے لئے 4 مارچ 2012 کو کھاریاں کا دورہ کیا۔ محترمہ لینڈز ورک نے اس موقع پر صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کی خدمات کو سراہا جانا چاہیے جنہوں نے اپنے اجداد سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے ناروے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ ناروے حکومت نے پاکستان میں دوسرے بہت سے مسائل ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کی طرف توجہ نہیں دی۔ مگر اب زیادہ توجہ تعلیم کی طرف ہی ہے۔ ناروے تیل کے ذخائر کی وجہ سے ایک امیر ملک ہے لیکن اس نے ترقی تعلیم ہی کی وجہ سے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ یونیورسٹیوں کے درمیان روابط بڑھائے جائیں اور اس سلسلہ میں یونیورسٹی آف گجرات اور اوسلو یونیورسٹی کے درمیان ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے روابط بڑھانے کا عمل جاری ہے۔

جونہی محترمہ لینڈ رورک کھاریاں کی ایک بستی اوگاریاں میں داخل ہوئیں تو احسن اسلم (جو کہ پاکستانی نژاد نارویجین ہے) اور اسکے خاندان نے اپنی رہائش گاہ پران کا روایتی استقبال کیا۔ ان کی کار کو رقص کرتے گھوڑوں نے سلامی دی۔ جونہی وہ گاڑی سے اتریں تو ہر ایک، ایک دوسرے کو غیر معمولی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شلوار قمیض زیب تن کئے اور کاندھے پر شال رکھے ایک شخص، جو روایتی کسان نظر آ رہا تھا اور اس کا خاندان ناروے کی سفیر سے نارویجین زبان میں بات کر رہا تھا تو محترمہ لینڈز ورک نے کہا کہ یہ پاکستانی نظر آتے ہیں لیکن ہیں نارویجین۔

گاؤں کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد ناروے کی سفیر سے ملنے کے لئے جمع ہوگئی جب انہوں نے بستی کا دورہ کیا تو لوگوں نے ان کو کھڑکیوں اور چھتوں سے دیکھا اور ان کے گرد ایک مجمع لگ گیا اور اس طرح استقبال کیا گیا کہ جسطرح ایک عوامی ہیرو کا کیا جاتا ہے۔ دیواروں پر استقبالیہ بینر آویزاں تھے اور انہیں پھول پیش کئے گئے۔

انہوں نے پرائمری سکول اور پریس کلب کا دورہ کیا۔ جب انہوں نے پریس کلب میں پودا لگایا تو لوگوں نے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔ اس پر ناروے کی سفیر نے کہا میں پھولوں کی دیوانی ہوں اور اتنا شاندار استقبال میرے لئے باعث افتخار ہے۔

کراچی: 'عورتوں کے خلاف تشدد کا خاتمہ'۔ اراکین صوبائی اسمبلی، سول سوسائٹی تنظیمیں، وکلاء اور طالب علم پریس کلب کی طرف ریلی نکالتے ہوئے

جب تک عورت تنگ رہے گی جنگ رہے گی جنگ رہے گی

اسلام آباد: 8 مارچ 2012 کو عورتوں کا عالمی دن منانے کیلئے انسانی حقوق اتحاد (آئی ایچ آئی)، جو کہ سول سوسائٹی کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا ایک نیٹ ورک ہے، نے ایک شمع بردار جلوس نکالا۔

یہ جلوس پاکستان کی ان عورتوں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے تھا جنہوں نے عورتوں کے حقوق، انکی برابری اور انصاف کیلئے جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہے۔ اس موقع پر سول سوسائٹی کے ارکان اور کارکنان نے شمعیں جلائیں، نعرے لگائے اور تقریریں کیں۔ اس موقعہ پر ان عورتوں میں انعامات تقسیم کیے گئے جنہوں نے سماجی روایات کو توڑنے کی طرف جرات مندانہ قدم بڑھائے۔ آخر میں سول سوسائٹی تنظیموں کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا اور میڈیا میں تقسیم کیا گیا۔

اس بیان میں مطالبہ کیا گیا کہ امتیازی قوانین کو ختم کیا جائے اور ایسی موثر پالیسیاں بنائی جائیں جن کی وجہ سے گھریلو تشدد، تیزاب پھینکنے جیسے جرائم، روایتی امتیازی رسومات مثلاً بدل صلح، سنگ چٹی، ونی، سوارا، ولور اور عزت کے نام پر قتل جیسی رسومات کا خاتمہ ہو سکے۔

پنجاب میں گھریلو تشدد پر فوری قانون سازی کی جائے

7 مارچ 2012 کو عورت فاؤنڈیشن کے لیجیسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز ایمپاورمنٹ نے عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر پریس کلب لاہور میں ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں سول سوسائٹی کے نمائندوں نے پنجاب میں گھریلو تشدد سے متعلق فوری قانون سازی کا مطالبہ کیا۔ اس پریس کانفرنس سے سابقہ ممبر قومی اسمبلی محترمہ مہناز رفیع، ایس پی او کے ریجنل ہیڈ سلمان عابد، سیکرٹری لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن اکبر ڈوگر، ایڈووکیٹ لاہور ہائیکورٹ حنا حفیظ اللہ اسحاق، بشریٰ خلیق (وائز تنظیم)، عنبرین فاطمہ (ایکشن ایڈ)، نسرین زہرا، ممتاز مغل اور شائلہ تنویر (عورت فاؤنڈیشن) نے خطاب کیا۔

عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر کراچی میں ریلی

7 مارچ 2012 کو عورت فاؤنڈیشن نے دیگر سول سوسائٹی تنظیموں اور انسانی حقوق کے کارکنان کے ہمراہ عالمی یوم خواتین کو منانے کے لئے آرٹس کونسل سے کراچی پریس کلب تک ایک ریلی کا اہتمام کیا۔ اس ریلی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ حکومت اور ان سیاسی پارٹیوں اور پارلیمنٹرین کو سراہا جائے جنہوں نے عورتوں کے حقوق کیلئے قانون سازی میں مدد کی۔

ریلی کے شرکاء نے ان پارلیمنٹرین کے کردار کو بھی سراہا جنہوں نے گھریلو تشدد کے بل کو ڈرافٹ کیا اور اسکو اسمبلی میں پیش کیا۔ جبکہ ابھی تک اس معاملے کو صوبوں کو منتقل نہیں کیا گیا ہے۔ شرکاء نے صوبائی وزیر برائے ترقی خواتین اور صوبائی اسمبلیوں سے مطالبہ کیا کہ گھریلو تشدد کے بل کو فوراً منظور کیا جائے۔ ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی محترمہ شہلا رضاء، محترمہ زریں مجید (ایم پی اے، ایم کیو ایم) اور محترمہ نصرت سحر عباسی (ایم پی اے، پی ایم ایل۔ف) نے شرکت کی۔

’غیرت‘ کے نام پر قتل کے تحقیقی مطالعے کی تقریب رونمائی

عورت فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز ایمپاورمنٹ نے پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل کے حوالے سے ایک تحقیقی مطالعہ ’آنر کلنگز ان پاکستان اینڈ کمپلائنس آف لا‘ شائع کیا جسکی تقریب رونمائی 4 جنوری 2012 کو اسلام آباد میں کی گئی۔ ناروے کی سفیر محترمہ سسل لینڈز ورک نے اس تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ قومی کمیشن برائے وقار نسواں کی رکن محترمہ نسرین اظہر نے تقریب کی سربراہی کی۔ تحقیقی مطالعے کی مصنف محترمہ ملیحہ ضیاء لاری نے مطالعے کے چیدہ چیدہ نکات شرکاء کے سامنے رکھے جبکہ اس موقع پر انسانی حقوق کی کارکن محترمہ طاہرہ عبداللہ مہمان سپیکر تھیں۔

محترمہ ملیحہ ضیاء نے کہا کہ غیرت کے نام پر کئے جانے والے جرائم پر جامع اعدادوشمار کی کمی، ایف آئی آرز کی درجہ بندی نہ ہونے اور عزت کے نام پر ہونیوالے جرائم کے بارے میں لوگوں میں پائی جانے والی ہچکچاہٹ کے باعث اس قانون پر عملدرآمد میں رکاوٹیں آتی ہیں۔ اس مطالعہ کے مطابق غیرت کے نام پر قتل کے اکثر واقعات ذرائع ابلاغ میں تو چھپتے ہیں مگر پولیس میں درج نہیں ہوتے، اور اگر درج بھی ہوں انہیں غیرت کے نام پر جرائم کی مد میں نہیں گنا جاتا۔ محترمہ طاہرہ عبداللہ نے تنقیدی نوٹ میں کہا کہ غیرت کے نام پر قتل کے 77 فی صد واقعات، بشمول عورتوں کے قتل، میں مجرم چھوٹ جاتے ہیں۔ ناروے کی سفیر محترمہ سسل لینڈز ورک نے، اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ایسے تحقیقاتی مطالعے مزید کئے جائیں تا کہ معلوم ہو سکے آج کے جدید دور میں تشدد جیسی ظالمانہ ریت جاری ہے۔

محترمہ ملیحہ ضیاء لاری تحقیقی مطالعے کے اہم نکات بیان کررہی ہیں؛ ان کے دائیں جانب ناروے کی سفیر محترمہ سسل لینڈز ورک، محترمہ نسرین اظہر، محترمہ طاہرہ عبداللہ اور ان کے بائیں جانب جناب نعیم مرزا بھی سٹیج پر موجود ہیں۔

(دائیں سے بائیں) محترمہ نصرت سحر عباسی، محترمہ حمیرا الوانی، سیدہ شہلا رضا، محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو، محترمہ کلثوم چانڈیو، محترمہ راشدہ پنہوار اور محترمہ فرحین مغل کراچی میں منعقدہ مشاورتی میٹنگ میں شریک ہیں۔

گھریلو تشدد بل پر صوبائی مشاورت

عورت فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز ایمپارمنٹ، کراچی آفس، نے سندھ ڈائریکٹوریٹ آف وومن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے تعاون سے، 22 فروری 2012 کو سندھ اسمبلی بلڈنگ میں گھریلو تشدد کے بل پر ایک صوبائی سطح کی مشاورت کا اہتمام کیا۔ صوبائی وزیر برائے ترقی خواتین محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو اس تقریب کی مہمان خصوصی تھیں جبکہ دوسری پارلیمنٹیرین میں ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی سیدہ شہلا رضا، محترمہ فرحین مغل، محترمہ شمع میٹھانی، محترمہ حمیرا الوانی، محترمہ کلثوم چانڈیو، محترمہ راشدہ پنہوار (ایم پی ایز، پی پی پی) محترمہ زرین مجید، محترمہ شہناز سیف الدین، محترمہ ناہید بیگم، محترمہ صبا سلطانہ، محترمہ حسنہ آفتاب (ایم پی ایز، ایم کیو ایم) محترمہ نصرت سحر عباسی (ایم پی اے، پی ایم ایل۔ف) نے بھی شرکت کی۔ مختلف سرکاری محکموں کے افسران مثلاً ہوم، لاء، ڈبلیو ڈی ڈی، سوشل ویلیفر ڈیپارٹمنٹ وغیرہ کے افسران، قانونی ماہرین، سول سوسائٹی کے ممبران اور صحافیوں نے بھی اس مشاورت میں شرکت کی۔

اس مشاورت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ گھریلو تشدد کے متعلق چار بلوں کو ایک بل کی شکل دی جائے۔ یہ چاروں بل علیحدہ علیحدہ صوبائی اسمبلی میں پاکستان پیپلز پارٹی کی ایم پی ایز محترمہ فرحین مغل، محترمہ شمع میٹھانی، محترمہ حمیرا الوانی، جب کے ایم کیو ایم کی طرف سے محترمہ ہیر سوہو، محترمہ بلقیس مختار وغیرہ کی طرف سے پیش کئے گئے، اور اس کے علاوہ ایک مجوزہ مسودہ محترمہ ملیحہ ضیاء لاری، جنکا تعلق عورت فاؤنڈیشن سے ہے، نے پیش کیا۔ اس اجلاس میں چاروں پرائیویٹ بلوں اور عورت فاؤنڈیشن کے مجوزہ بل کی مختلف شقوں پر بحث کی گئی۔ ان خواتین اراکین اسمبلی نے اپنے سیاسی تعلق سے بالا ہو کر ان چار بلوں کو ایک مکمل اور جامع بل کی شکل دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔

عورتوں کی تحریک کی رہنماؤں کو یاد کیا گیا

عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر عورت فاؤنڈیشن نے اسلام آباد کریسنٹ کلب اور ایکشن (ایڈوکیسی فار چینج تھرو انوویٹو آپشنز اینڈ نیٹ ورکنگ) کے تعاون سے عورتوں کے حقوق کیلئے دس روزہ تقریبات کا اہتمام کیا جن کا آغاز یکم مارچ سے ہوا۔ ان تقریبات میں شمع بردار جلوس، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر مباحثے بعنوان ’عورتوں کی ترقی میں ہی قوم کی ترقی ہے‘، طالبات کا لانگ مارچ، لڑکیوں کے طبی مسائل پر سیمینار، ہائی سکول اور کالج کی طالبات کی طرف سے بنائی گئی پینٹنگ کی نمائش، عورتوں کی شاعری کے مشاعرے اور انعامات کی تقسیم کے ساتھ ساتھ ’عورتوں کے حقوق اور بین المذہبی پس منظر‘ پر سیمینار شامل ہیں۔

مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی پاکستانی خواتین رہنماؤں محترمہ فاطمہ جناح، بیگم رعنا لیاقت علی خان، بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم نصرت بھٹو، محترمہ بے نظیر بھٹو اور محترمہ شہلا ضیاء (عورت فاؤنڈیشن) کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے شمعیں جلائی گئیں۔ شمعیں جلانے کی اس تقریب کا اہتمام 5 مارچ 2012 کو سپر مارکیٹ میں کیا گیا۔

لڑکیوں کا اشتراک۔ مستقبل تابناک

(بائیں سے دائیں) ملالہ یوسف زئی محترمہ طاہرہ عبداللہ سے، ثمینہ بیگ محترمہ صابرہ قریشی سے، سارہ ناصر محترمہ ناہید عزیز سے، شاہرو ملک جناب پال ہیلے اور مریم ملہار محترمہ شہناز احمد سے ایوارڈ وصول کرتے ہوئے۔

زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والی لڑکیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے عورت فاؤنڈیشن نے 8 مارچ 2012 کو، عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں ان لڑکیوں میں ایوارڈز تقسیم کئے گئے اور بات کو سراہا گیا کہ یہ لڑکیاں اپنے ہم عمروں کیلئے مثالی نمونہ ہیں۔ ان میں ملالہ یوسف زئی (امن کی سفیر)، ثمینہ بیگ (کوہ پیما)، شاہرو ملک (مصور)، مریم ملہار (سماجی کارکن) اور سارہ ناصر (جوڈو کھلاڑی) قابل ذکر ہیں۔ ملالہ یوسف کا تعلق سوات سے ہے اور جب سوات میں طالبانائزیشن اور شدت پسندی عروج پر تھی تو ملالہ ان چند لوگوں میں سے ایک تھی جس نے بچوں کے تعلیمی حقوق کی بات کی۔ شاہرو ملک نے 2005 میں جاپان میں منعقدہ مقابلہ مصوری بعنوان ’امن کی یاد میں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے 60 سال بعد‘ میں دوسرا انعام جیتا۔ سارہ ناصر پاکستان کی وہ پہلی کھلاڑی ہیں جنہوں نے جنوبی ایشیائی کھیلوں، جو فروری 2010 میں منعقد ہوئیں، میں کراٹے کے مقابلوں میں سونے کا تمغہ جیتا۔ مریم ہوت ملہار جو ایک ہیڈ گائیڈ گرل ہیں، نے دوسری گائیڈ گرلز کے ہمراہ ڈینگی وائرس کے خلاف ایک کامیاب آگاہی مہم چلائی۔ ثمینہ بیگ، کوہ پیماء، نے کہا کہ اگر ایک لڑکی پہاڑ سر کرسکتی ہے تو وہ دنیا کا کوئی بھی کام کرسکتی ہے ثمینہ بیگ نے اپنے بھائی کے ہمراہ 6400 فٹ اونچی چوٹی سر کی جو اس سے پہلے کسی نے سر نہیں کی تھی۔ انہوں نے اس چوٹی کا نام ’کوہ برابری‘ رکھا۔